قومی تعلیمی پالیسی 2009ء......ایک جائزہ

ابتدائیہ

تعلیم قومی زندگی کا وہ شعبہ ہے جس کی بہتری پر قوم کے اچھے مستقبل کا انحصار ہوتا ہے۔ جو قومیں اقوام عالم میں سر اٹھا کر زندہ رہنا چاہتی ہین وہ اپنے قومی مقاصد کے مطابق نظام تعلیم تشکیل دیتی ہیں۔ قیام پاکستان سے لے کر آج تک یہاں پر ایک بے روح اور قومی تقاضوں سے عاری نظام تعلیم رائج ہے۔ اس نظام تعلیم کا اثر یہ ہے کہ اس نے آج ہمارے ہاں بڑی تعداد میں ایسے لوگ پیدا کر دیئے ہیں جو ایک طرف سیکولر نظام کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں اور دوسری جانب اپنی پاکستانی شناخت کو تسلیم کرنے میں عار محسوس کرتے ہیں۔ قیام پاکستان کے بعد مختلف تعلیمی پالیسیاں بنتی رہیں اور ہر تعلیمی دستاویز میں یہ وعدے کئے گئے کہ چند ہی برسوں میں ملک کے نظام تعلیم کا ڈھانچہ جلد ہی اچھے انداز میں ترتیب پائے گا۔ لیکن یہ محض تقریروں کی تکرار ثابت ہوئی۔

موجودہ وزارت تعلیم نے اپنی پالیسی 2009ء میں ناقص تعلیم کا ذمہ دار انتظامیہ اور دیگر عوامل کو ٹھہرایا ہے۔ لیکن قومی سوچ کے مطابق اس کی بڑی وجہ ناقص تعلیمی پالیسی ہے۔ جو کہ عالمی مالیاتی اداروں کے تنخواہ دار ملازمین اور ان کے ایجنڈے کی مرہون منت ہے۔ جن کی آنکھیں مغربی معاشرت کی چکا چوند روشنی سے متاثر ہیں۔ نظریات و روایات سے ہم آہنگ نظام تعلیم تشکیل دیا جاتا، جو طالب علم کے اندر مسلمان، پاکستانی اور طالب علم ہونے کا احساس پیدا کرتا ہے تو بہتر ہوتا لیکن موجودہ نظام تعلیم بے دین، بے روح اور قومی بنیادوں سے بالکل عاری ہے۔

عالمی مالیاتی اداروں نے پاکستان کو دو شعبوں میں امداد دینے کا اعلان کیا ہے۔ ایک تعلیم اور دوسرا صحت۔ تعلیم کے شعبے میں امداد اس لئے دینے کا اعلان کیا گیا تا کہ اسے بے دین کر کے اس میں سے اسلامی روح، نظریہ پاکستان، جہاد اور جذبہ شہادت اور ایمانیت اور ملی ہم آہنگی کو ملیا میٹ کیا جا سکے۔ اور ساتھ ہی یہ شرط بھی لگائی گئی ہے کہ یہ رقم ہم اپنے اختیار پر استعمال کریں گے۔ اس کے علاوہ تعلیمی پالیسی میں سے نظریہ پاکستان کے منافی سلیبس کی شمولیت جیسے اقدامات کی بات کی گئی ہے جو قومی یکجہتی کے لئے بارودی سرنگ سے بھی زیادہ خطرناک ہے۔

ایک زندہ قوم کے پیش نظر تعلیم کا مقصد یہ ہونا چاہئے کہ وہ فرد میں صحیح، متوازن اور نسلی و لسانی نفرتوں سے پاک تشخص کا شعور پیدا کرے۔ اس کی بنیادی روح اسلامی اور سائنٹیفک ہونی چاہئے۔ اور اسے لازماً قومی تقاضوں کو پورا کرنے والا ہونا چاہئے۔ اسی کے ذریعے اسلامی اور پاکستانی فکر و ثقافت کو احیاء ممکن ہے۔

موجودہ رپورٹ میں قومی تعلیمی پالیسی 2009ء کا جائزہ حاضرِ خدمت ہے۔ ہم نئی نسل کو بچانے والے طبقے سے درخواست کرتے ہیں اور توقع رکھتے ہیں کہ پاکستان کے مستقبل کو خطرات سے محفوظ رکھنے کے لئے اس معرکہ خیر و شر میں اپنا مثبت کردار ادا کریں گے۔ اور یہ کہتے ہیں کہ موجودہ پالیسی کو رائج نہ ہونے کے لئے قوم کا ساتھ دے کہ

فطرت افراد سے اغماض بھی کر لیتی ہے
کبھی کرتی نہیں ملت کے گناہوں کو معاف

حافظ ولی اللہ

(ڈپٹی ڈائریکٹر سراپا)

قومی تعلیمی پالیسی ۲۰۰۹۔ایک جائزہ

سابق حکومت نے اپنے دورِحکومت کے آخری سال میں نئی تعلیمی پالیسی لانے کا بیڑہ اٹھایا۔نئی قومی تعلیمی پالیسی کا جو ابتدائی مسودہ قومی سطح پر کھلی بحث وتمحیص کے لئے شائع کیا گیا اسے قرطاس ابیض یعنی وائیٹ پیپر کا نام دیا گیا۔ یہ وائیٹ پیپر مرکزی اعلیٰ سروس کے ایک ریٹائرڈ بیوروکریٹ جناب جاوید حسن علی نے تصنیف فرمایا تھا۔موصوف کو ریٹائرمنٹ کے بعد ایم۔پی۔ا گریڈ میں کنٹریکٹ پر بھرتی کیا گیا ہے اوران کی معاونت کے لیے ایم۔پی۔۲ گریڈ میں پرائیویٹ سیکٹر سے ایک خاتون بھی اس کارِخیر میں تعینات کی گئی ہے۔پالیسی میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ پاکستان کی تاریخ میں یہ پہلی قومی تعلیمی پالیسی ہے جس کی تیاری کی پشت پر وسیع ریسرچ سٹڈیز اور وفاق سے ضلعوں تک تمام سٹیک ہولڈرز سے وسیع البنیاد مشاورت شامل ہے۔وائٹ پیپر کے مصنف کے بقول تمام سٹیک ہولڈرز بشمول اساتذہ اور طلبہ سے تبادلہ خیال کیا گیا لیکن ہمیں ذاتی علم بھی ہے اور ہم نے مذکورہ سٹیک ہولڈرز یعنی اساتذہ اور طلبہ کے نمائندہ اداروں اور تنظیموں سے معلومات بھی لی ہیں کہ یونیورسٹیوں کی اکیڈمک سٹاف ایسوسی ایشنز اوران کی فیڈریشن،صوبائی سطح پر فعال اور متحرک کالج اساتذہ کی ایسوسی ایشنز اور آل پاکستان سطح پر کالج اساتذہ کی نمائندہ تنظیم،پنجاب ٹیچرز یونین،پنجاب ایس ای ایس ٹیچرز ایسوسی ایشن،پنجاب سینئر سکول سٹاف ایسوسی ایشن،آل سرحد ٹیچرز ایسوی ایشن اور صوبہ سندھ و بلوچستان کی نمائندہ اساتذہ تنظیمیں،ملک کی سب سے بڑی اساتذہ کی پیشہ ورانہ علمی تنظیم اساتذہ پاکستان اور ملکی سطح پر متحرک متحدہ طلبہ محاذ سمیت کسی بھی قابلِ ذکر اساتذہ یا طلبہ تنظیم،گروپ یا گروہ سے تعلیمی پالیسی کے سلسلہ میں کوئی رابطہ نہیں کیا گیا۔ہاں مختلف مقامات اور سطح پر اگر کچھ من پسند اساتذہ یا طلبہ کو شریک مشورہ رکھا گیا ہے تو اس کی شاید ہم تردید نہ کرسکیں۔جہاں تک وسیع ریسرچ سٹڈیز کا معاملہ ہے تو ایسی کوئی سٹڈی یا رپورٹ کا کوئی حوالہ پالیسی میں موجود نہیں ہے۔

قومی تعلیمی پالیسی کے زیر بحث مسودے میں برسبیلِ تذکرہ کہیں کہیں اسلام کا ذکر کیا گیا ہے لیکن پالیسی کا تناظر،پالیسی کی اٹھان اور پالیسی کی اساسیات بنیادی طور پر لادینی (secular) ہیں۔وژن کا بیان (Vision Statement) کسی بھی شعبے،تنظیم اور خاص کر پالیسی کو نہ صرف اساس مہیا کرتا ہے بلکہ آغاز ہی سے اس کی سمت بھی متعین کر دیتا ہے۔وژن سٹیٹمنٹ (Vision statement) تشکیل دینے والے کا پورا ذہن اپنی مکمل وسعت اور گہرائی کے ساتھ سامنے آجاتا ہے۔قومی تعلیمی پالیسی کے ابتدائی مسودے میں درج کی گئی وژن سٹیٹمنٹ ذرا ملاحظہ فرمائیں۔اس سے پالیسی کا سیکولر تناظر بالکل واضح ہو جائے گا۔

"Education is a categorical imperative for individual, social and national development that should enable all individuals to reach their maximum human potential. The system should produce responsible, enlightened citizens to integrate Pakistan in the global framework if hum centered economic development".

وژن سٹیٹمنٹ کا جامعیت اور معنویت کے لحاظ سے بوداپن تو اظہر من الشمس ہے۔لیکن ایک طرف تو یہ اتنی عمومی (Generic) ہے کہ اس میں شامل State of Pakistan کی بجائے ....State of A,B,C, کچھ بھی لکھا جائے تو کچھ فرق نہیں پڑتا۔دوسری طرف اس اہم اساسی بیان میں اسلام کے لفظ سے اس شدت کے ساتھ اجتناب برتا گیا ہے کہ پاکستان کے سرکاری اور دستوری نام "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کی بجائے ایک نئی اور عجیب وغریب اصطلاح پالیسی کے کئی مقامات پر دہرائی گئی ہے۔شاید یہ شروعات ہیں اس بات کی کہ آئندہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کو سیکولرائز کر کے محض

سٹیٹ آف پاکستان (State of Pakistan) بنا دیا جائے۔ وژن سٹیٹمنٹ کے بعد مقاصدِ تعلیم (Purpose of Education) بیان کرتے ہوئے قومی تعلیمی پالیسی تشکیل دینے والا ذہن بالکل کھل کر سامنے آ گیا ہے۔ ذرا پریز آف ایجوکیشن ملاحظہ فرمائیں۔

"Therefore, the education system should raise highly knowledgeable, skillful, productive, creative and confident individuals who have advanced reasoning and perception of problem solving skills; are committee to democratic values and human rights; are open to new ideas; have a sense of personal responsibility; are committed to moral values; have assimilated the national culture; have empathy to-words all of humanity; and can participate in the productive activities of the society for the common good of using science and Technology.

مقصدِ تعلیم کے ضمن میں بیان جاری رکھتے ہوئے مزید کہا گیا ہے کہ:

"Therefore, education must create spirit of inquiry, teaching our children to challenge status quo through education that imports values but does not indoctrinate. An important purpose of education is to enable an individual to honestly earn his/ her livelihood through skills that contribute to national economy. Education should help improve skills, raise aspirations and enable individuals to make individual informed choices in life."

انگریزی کے طویل اقتباسات دینے پر معذرت کرتے ہوئے ہم عرض کرتے ہیں کہ اس کے بغیر تعلیمی پالیسی تشکیل دینے والے ذہن کی سوچ کو واضح نہیں کیا جا سکتا تھا۔ مقصدِ تعلیم کا طویل بیان جہاں مکمل طور پر سیکولر اور خالصتاً مغربی سوچ کا اظہار کرتا ہے۔ وہاں یہ بات بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ ریسرچ سٹڈیز اور وسیع پیمانے پر سٹیک ہولڈرز سے مشاورت کا دعویٰ بھی کھوکھلا نظر آتا ہے کیونکہ مقصدِ تعلیم (Purpose of education) کا طویل بیان یا تو کسی امریکی کتاب سے لیا گیا ہے یا پھر انٹرنیٹ کی برکتیں کام آئی ہیں اور یہ بیان مغرب کے کسی تعلیمی ادارے یا تنظیم کو ویب سائیٹ سے اٹھایا گیا ہے۔ پاکستان کا کوئی شخص خواہ کتنا ہی سیکولر کیوں نہ ہو، اس کے تحت الشعور میں پڑا ہوا اسلامی تصورِ حیات اس طرح کے بیانات میں کسی نہ کسی طرح جگہ پا ہی لیتا ہے۔

پالیسی (White paper) کے بنیادی مباحث سے آگے بڑھتے ہوئے جب ہم تعلیم کے مختلف سب سیکٹرز (Sub-sectors) کے تحت کیے گئے مباحث اور پالیسی سفارشات کی طرف آتے ہیں تو جگہ جگہ تضاد اور تکرار سے واسطہ پڑتا ہے اور ایسے ذہن سے واسطہ پڑتا ہے جو پاکستان کے نظامِ تعلیم اور تعلیمی مسائل کا بس سطحی سا اور بیرونی ناظر (Outside observer) والا علم و فہم رکھتا ہے۔ نصابات اور درسی کتب کے عنوان کے تحت ملک میں یکساں نصاب کی بات کی گئی ہے اور سفارش کی گئی ہے کہ ۲۰۱۵ء تک ملکی نظامِ تعلیم بین الاقوامی معیار پر لا کر تمام سرکاری اور پرائیویٹ سکولوں میں یکساں نصاب تعلیم رائج کر دیا جائے۔ شاید پالیسی ساز ذہن کو اس کا علم نہیں کہ ایجوکیشن ایکٹ ۱۹۷۶ء جو پورے پاکستان کے تمام سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں پر ۱۹۷۶ سے لاگو ہے، یہ تقاضا کرتا ہے کہ پورے پاکستان میں قومی نصابِ تعلیم رائج ہوگا لیکن افسوس کا مقام ہے کہ سال ہا سال سے اس قانون کی خلاف

ورزی ہورہی ہے اورکوئی پوچھنے والانہیں کیونکہ اے لیول اوراولیول کے بیرونی نصابات سول اورفوجی اشرافیہ کےسکولوں میں رائج ہے اور یہ چونکہ حکمران اشرافیہ ہےلہٰذاان کی چھتری اوراشیر باد سے چلنے والے ادارے ملکی قانون سے بالاتر ہیں۔اب زیر بحث پالیسی بھی نظامِ تعلیم کوبین الاقوامی معیار سے ہم کنارکرنے کی شرط سےمشروط کرکے ان مادر پدرآزاد تعلیمی اداروں کومزید نوسال کی چھوٹ دے رہی ہے۔ جو چاہے آپ کاحسنِ کرشمہ ساز کرے۔اساتذہ کے حوالے سے سفارش کی گئی ہے کہ B.A/ B.Sc., B.Ed اساتذہ کو بنیادی سکیل ۱۶ دیا جائے۔معلوم ہوتا ہے پالیسی سازوں کوابھی تک اطلاع نہیں پہنچی کہ اس تعلیم کے اساتذہ کا تو پچھلے کم ازکم ۲۵ سالوں سے یہی سکیل ہے۔

ابتدائی تعلیم تک رسائی کے عنوان کے تحت ایک عجیب وغریب سفارش دی گئی ہے۔وہ یہ کہ پرائمری کی تعلیم خصوصاً دیہی علاقوں میں قابلِ رسائی بنانے کے لیے مخلوط پرائمری سکولوں میں دی جائے جنہیں آہستہ آہستہ مڈل سکولوں میں اپ گریڈ کر دیا جائے۔ملفوف انداز میں مڈل تک مخلوط تعلیم رواج دینے کا ڈول ڈالا جارہا ہے۔پاکستان کے دینی اورثقافتی ماحول کوسامنے رکھتے ہوئے نیز تعلیمی نفسیات کے تقاضوں کے پیشِ نظر یہ سفارش بالکل ناقابلِ قبول اورتباہ کن ہے۔پرائمری تعلیم کے لیے عمر کے گروپ کی سرکاری تعریف چھ تادس سال کرنے کی سفارش کی گئی ہے۔معلوم نہیں یہ کون سی ریسرچ سٹڈی کے نتیجے میں ایسی سفارش کی جارہی ہے۔شایداس کی وجہ امریکہ ہے جہاں پرائمری کی عمر کادورانیہ ۶ تا ۱۰ سال ہے۔ہمارے ہاں تو پچھلے کم ازکم ایک سوسال سے اس پرعمل ہورہا ہے یعنی پانچ سال کی عمر کا بچہ جماعت اول میں داخل ہوتا ہے اوراب تک کسی تعلیمی یا سماجی مسئلے کا سامنا قوم کو نہیں کرنا پڑا۔

ہائرسیکنڈری سکولوں میں پولی ٹیکنیک اداروں کی طرح ٹیکنیکل اورووکیشنل انسٹیٹیوٹ ڈپلوما جاری کرنے کی سفارش کی جارہی ہے یہ سفارش ایک ایسے ماحول میں کی جارہی ہے۔جہاں ٹیکنیکل اورووکیشنل انسٹیٹیوٹس کابہت حدتک جال بچھ چکا ہے نیز ہائرسیکنڈری سکولوں میں تواب تک ڈھنگ کی سائنس لیبارٹریزنہیں بنائی جاسکیں ان میں ٹیکنیکل مضامین کے لیے ورکشاپس کون دے گا۔ویسے بھی پوری دنیا میں تجربات کے بعد یہ ثابت ہو چکا ہے کہ جنرل ایجوکیشن اورٹیکنیکل ایجوکیشن ایک ادارے کی چھت تلے کامیاب نہیں ہوتی۔دینی اداروں یعنی مدارس کی تعلیم اور جدید تعلیم کے سکولوں کی تعلیم کوقریب لانے کا ایک طریقہ یہ ہے کہ سیکنڈری اور ہائرسیکنڈری کلاسز میں سائنس اورکامرس کے گروپس کی طرح اسلامک سٹڈیز گروپ کا اجراء بھی کیا جائے۔اس گروپ کے ساتھ پاس کرنے والے طلبہ اسلامی تعلیم میں بی۔اے اورایم۔اے لیول پرتخصص حاصل کریں لیکن ایسی کوئی تجویز ہمارے اس دور کے پالیسی سازوں کوقبول نہیں۔

پالیسی میں سفارش کی گئی ہے کہ اعلیٰ تعلیم میں طلبہ کومصارفِ تعلیم کی معاونت (subsidy) زیادہ نہ دی جائے جس کا مطلب ہے کہ اعلیٰ تعلیم میں طلبہ کی فیسیں بڑھائی جائیں جو ایک طرف تو آئین کے آرٹیکل ۳۷ کی خلاف ورزی ہے اوردوسری طرف غریب لیکن قابل طلبہ کواعلیٰ تعلیم سے محروم کرنے کے مترادف ہے۔اس سے مساوی مواقع کی جس کی پالیسی ساز متعدد مقامات پرتائید کررہے ہیں،مخالفت ہے۔پالیسی میں این جی اوز کو لٹریسی اور نان فارمل ایجوکیشن کی ترویج کے لیے بھاری گرانٹس دینے کی سفارش کی گئی ہے جو ہماری نظر میں کرپشن،معاشرتی انتشاراوروسائل کے ضیاع پرمنتج ہوگا۔ماضی قریب میں اس سلسلہ میں کوئی قابل تعریف تجربات سامنے نہیں آئے۔کاش پالیسی سازوں نے اس سلسلہ میں ہی کوئی ریسرچ سٹڈی کرائی ہوتی توصورتِ حال کی سنگینی کھل کران کے سامنے آجاتی۔پالیسی کے صفحات پرتضادات ہرطرف بکھرے پڑے ہیں۔ایک مچلتا تضادواضح ہو۔نصابات اوردرسی کتب کے عنوان کے تحت سفارش کی گئی ہے کہ تمام سکولوں میں یکساں نصاب ہونا چاہیے لیکن پالیسی کے ایک اورمقام پرثقافتی تناظر کےعنوان کے تحت سفارش کی جا رہی ہے کہ "ترقی یافتہ اورغیرترقی یافتہ علاقوں کے سکولوں میں نصاب مختلف ہونا چاہیے"۔مقامی ثقافتی تناظر (Local Cultural context) کے عنوان کے تحت جو کچھ کہا جارہا ہے وہ سارے کا سارانصابات اوردرسی کتب کے متعلق ہے اوراکثروبیشتر تکرار ہے۔

ٹیکنیکل ایجوکیشن اور ووکیشنل ٹریننگ کے عنوان کے تحت عجیب وغریب سفارشات دی گئی ہیں۔کچھ تو تکرار ہے، کچھ نا قابلِ عمل باتیں ہیں اور کچھ خلافِ حقیقت۔مثلاً ملک میں کوئی ٹیکنیکل یونیورسٹی نہیں ہے۔لیکن سفارش کی جارہی ہے کہ ٹیکنیکل یونیورسٹیاں، پولی ٹیکنیک ڈپلوما ہولڈرز کو بیچلر، ماسٹر اور پی ۔ایچ ڈی پروگرام مہیا کرے۔سیکنڈری لیول پر لازمی اپٹی ٹیچیوڈ (Aptitude test) ٹیسٹ کی سفارش کی گئی ہے اور اس سطح پر طلبہ کو دو گروہوں میں تقسیم کرنے کی سفارش کی جارہی ہے۔ایک گروہ اعلیٰ تعلیم کی طرف جائے گا اور دوسرا گروہ ٹیکنیکل تعلیم کی طرف جائے گا۔اب اگر اس قسم کا کوئی اقدام شروع کر دیا گیا تو پھر غریب غربا کے بچے تو ہائر ایجوکیشن کی طرف مشکل سے ہی جاسکیں گے، انہیں صرف مستری بننے کے مواقع ہی حاصل ہوں گے۔معلوم ہوتا ہے پالیسی ساز ذہن نے کہیں سنگاپور کی کوئی تعلیمی رپورٹ پڑھ لی ہے جہاں انصاف اور میرٹ کا بول بالا ہے اور سابق وزیر اعظم لی کوآن کے عہدِ حکومت میں ایسا ہوتا تھا اب وہاں بھی یہ طریقہ کار محدود کر دیا گیا ہے۔

اسلامک ایجوکیشن کے عنوان کے تحت عجیب وغریب سفارشات سامنے آتی ہیں۔پہلی سفارش میں کہا گیا ہے کہ سرکاری سکولوں کا معیار اور رسائی اس سطح تک پہنچائی جائے کہ لوگ اپنے بچے انگلش میڈیم پرائیویٹ سکولوں اور دینی مدارس میں نہ بھیجیں۔اب کوئی پوچھے کہ اس سفارش کا اسلامک ایجوکیشن کے ساتھ کیا تعلق ہے۔دوسری سفارش میں فرمایا جارہا ہے کہ اسلامی علوم میں اعلیٰ تعلیم کے خواہش مند افراد کی اس وقت تک حوصلہ شکنی کی جائے جب تک ایسی تعلیم دینے والے ادارے تباہ کن اور تقسیم کرنے والی سرگرمیاں چھوڑ کر محض تعلیم دینے والے ادارے نہ بن جائیں۔اس سفارش کے پرمغز ہونے پر واہ واہ کہنے کو جی چاہتا ہے۔

ماحول کے ساتھ تعلق کے ذیلی عنوان کے تحت سفارش کی جارہی ہے کہ

"Democracy as a way of life" اس تعلیم کا شعوری حصہ ہونا چاہیے جو کہ سکولوں کے ذریعے بچوں کو دی جائے۔اب دیکھیے اب تک تو پاکستان میں ہم 'Islam is a way of life' کی تعلیم پر زور دیتے رہے ہیں لیکن چونکہ امریکہ کا مذہب Democracy is a way of life ہے اور زندگی کا یہ تصور ان کے پورے نظامِ تعلیم میں اور نصاب تعلیم میں اس طرح شامل کیا گیا ہے جس طرح انسان کے جسم میں دوڑتا ہوا خون۔ ہمارے ہاں بھی اب "اسلام بطورِ زندگی" کی بجائے "جمہوریت بطور طرزِ زندگی" "تعلیم وتربیت کے ذریعے نافذ کرنے کا منصوبہ بنایا جارہا ہے۔

تعلیمی پالیسی کے مصنف نے اس کے آغاز میں شکوہ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ماضی کی تعلیمی پالیسیاں حکومتِ وقت کی سیاسی اور نظریاتی سوچ کی آئینہ دار ہوتی تھیں لہٰذا وہ قومی سطح پر پذیرائی حاصل نہ کرسکیں اور مطلوبہ نتائج بھی پیدا نہ کرسکیں لیکن موصوف نے زیر بحث پالیسی کو جو اساس، فریم ورک اور سمت دی ہے کہ کیا وہ کھلم کھلا وہی ایجنڈا نہیں ہے جو جنرل مشرف کی حکومت امریکی ڈکٹیشن کے تحت بزور ملک میں نافذ کرنا چاہتی تھی۔گذشتہ حکومتیں جیسی بھی تھیں کم از کم بیان کی حد تک ان کی تعلیمی پالیسیوں میں ملک کے اساسی نظریے یعنی اسلام کی ہی بات ہوتی تھی کیونکہ اسلام ملک کے تمام سٹیک ہولڈر کے ایجنڈے اور ترجیحات کا بنیادی ستون ہے۔زیر بحث پالیسی تشکیل دینے والا ذہن زیادہ ناروا اور غلط طریقے سے لے کر وہی کچھ رہا ہے جس پر اس مسودے کے آغاز میں اس نے تنقید کی ہے لیکن دعویٰ یہ ہے کہ یہ تعلیمی پالیسی وسیع البنیاد سطح پر تمام سٹیک ہولڈرز کی سوچ اور خواہشات کی آئینہ دار ہے۔

قومی تعلیمی پالیسی کے ابتدائی مسودے میں پاکستان میں تعلیم کو قانونی بنیادیں فراہم کرنے والے لیگل فریم ورک کے تحت دستوری شقوں اور متعلقہ قوانین کا ذکر کیا گیا ہے۔حیرت ہے کہ قراردادِ مقاصد جس کا ایک حصہ پاکستان میں تعلیم کے وژن کو واضح طور پر بیان کرتا ہے اور پھر دستور کا آرٹیکل ۳۱ جو قراردادِ مقاصد میں دیے گئے تعلیمی وژن کو دستوری تقاضوں کی زبان عطا کرتا ہے بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ہم نہیں سمجھتے کہ ایسا سہواً ہوا ہے بلکہ یہ صریحاً علمی بددیانتی ہے۔پاکستان کی کوئی تعلیمی پالیسی اور پروگرام قراردادِ مقاصد اور دستور کے آرٹیکل ۳۱ کو نظر انداز کر کے کوئی قانونی اور اخلاقی حیثیت حاصل

نہیں کرسکتی۔فاضل مصنف تعلیمی پالیسی کے دستور اور قانون کے ان پہلوؤں سے ارادتاً اغماض اور اس کے مضمرات پوری پالیسی کے صفحات پر بکھرے نظر آتے ہیں۔

غیر مستحکم اور مغربی بنیاد پر قومی تعلیمی پالیسی کا تشکیل دینا اعلیٰ تعلیم پر امداد ختم کر کے جامعات کو اپنی ضروریات طلبہ کی فیسوں سے پورا کرنے کا اختیار دینا اور ٹیکنیکل تعلیم کو انڈسٹریز کے سپرد کر دینا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ حکومت تعلیم کی ذمہ داری کو ریاست سے منتقل کر کے پرائیویٹ سیکٹر کے حوالے کر رہی ہے جو کہ اسلامی جمہوریہ پاکستان کے آئین اور اقوام متحدہ کے چارٹر کی خلاف ورزی ہی نہیں بلکہ ایک قومی جرم بھی ہے۔

سفارشات......درست راستہ

- قومی تعلیمی پالیسی 2009ء کو قوم سے خفیہ رکھا گیا ہے اور نہ ہی موضوع بحث بنایا گیا لہٰذا تعلیمی پالیسی کو پارلیمنٹ میں بحث کے لئے پیش کیا جائے اور اسے ملک کے ممتاز ماہرین تعلیم، دانشور اور اساتذہ کی نگرانی میں انتہائی جامع اور مستحکم بنیادوں پر تیار کیا جائے۔
- 1973ء کے آئین کے مطابق پاکستان میں بننے والے ہر قانون اور پالیسی کو نظریہ پاکستان اور اسلامی تشخص کے مطابق تشکیل دیا جانا چاہیئے لہٰذا اسکو مدنظر رکھتے ہوئے اسلامی تعلیم کا باب جو کہ قومی تعلیمی پالیسی 1999ء میں موجود تھا، اسے موجودہ پالیسی میں شامل کیا جائے۔
- نصاب تعلیم کو قومی ضروریات، نظریہ پاکستان، اسلام سے محبت اور سیرت و کردار سے مزین کیا جائے۔اور اس مقصد کی خاطر ایک نظام، ایک زبان اور ایک نصاب والا نظام تعلیم رائج کیا جائے۔
- اردو کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے اور ساتھ ہی انگریزی کی معیاری تعلیم یکساں طور پر دی جائے۔
- نصاب تعلیم اور پورے عمل تعلیم کے ذریعے پاکستان کی بنیادی نظریئے، قومی تشخص، قومی سوچ، اسلامی ثقافت، اسلامی تہذیب و تمدن اور اسلامی قومی غیرت کو پروان چڑھایا جائے۔
- گورنمنٹ سیکٹر کے تعلیمی اداروں کو تباہ کر کے عمداً پرائیویٹ سیکٹر کو کھلا راستہ دیا جا رہا ہے۔تعلیمی پالیسی میں اس کا ازالہ کیا جائے۔
- قومی آمدنی کا کم از کم 5 فیصد تعلیم کے لئے مختص کیا جائے۔
- کالجز اور یونیورسٹیاں ماحول کے لحاظ سے گھٹن کا شکار ہیں۔نوجوانوں کی معاشرتی اور سیاسی تربیت کے سارے راستے بند ہیں۔ان میں قیادت کی صلاحیتیں نشوونما نہیں پا رہیں۔ضروری ہے کہ اعلیٰ تعلیم کے اداروں میں طلبہ کو اجتماعی سرگرمیوں کے لئے پلیٹ فارم مہیا کیا جائے اور طلبہ کے جمہوری حقوق بحال کئے جائیں۔
- پاکستان میں ٹیکنیکل تعلیم خاص اہمیت رکھتی ہے، جس سے ہر سال ہزاروں طلباء مستفید ہو کر صنعتی اداروں میں کام کرتے ہیں لہٰذا ٹیکنیکل تعلیم کو TEVTA کے تحت کر کے صنعتکاروں کے حوالے نہ کیا جائے بلکہ ٹیکنیکل تعلیمی اداروں کو جدید آلات سے آراستہ کر کے ٹیکنیکل تعلیم کو غریب کی پہنچ تک عام کیا جائے۔
- تعلیمی مسائل سے نبرد آزما ہونے کے لئے فوری طور پر قومی تعلیمی کونسل کا قیام عمل میں لایا جائے جس میں ماہرین تعلیم اور دانشور حضرات شامل ہوں۔
- جدید سہولیات سے آراستہ کلاس رومز، اساتذہ کی مناسب تعداد، جدید طریقہ تعلیم اور جدید دور کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نظریاتی بنیادوں پر نصاب تعلیم کی تشکیل نو کی جائے۔
- آئین کے آرٹیکل 251 کے تحت اردو زبان کو 15 سال کے دورانئے میں سرکاری دفاتر اور ذریعہ تعلیم کے طور پر نافذ ہونا تھا لیکن نئی تعلیمی پالیسی میں سابقہ اردو ذریعہ تعلیم کو بھی سکولوں سے ختم کر کے پہلی جماعت سے انگریزی ذریعہ تعلیم کو نافذ کیا جا رہا ہے۔لہٰذا آئین کے آرٹیکل 251 کے مطابق اردو زبان کو ذریعہ تعلیم بنایا جائے۔